حُکمِ قرآن

اَقِیمُوا الصَّلٰوۃ

کی معنوی تحریف

قیمت 5.00 روپیہ

سِندھ ساگر اکیڈمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ پر مختصر سی گفتگو

از قاضی کفایت اللہ۔ ماہنامہ بلاغ القرآن لاہور شمارہ ماہ مئی 2007ء

فریضہ الصلوٰۃ کے سلسلے میں چند اشارات کفایت قرآن کے ان مدعیوں کے لیے حاضر ہیں جن کے قلوب و اذہان شکوک وشبہات کی دلدل میں پھنس چکے ہیں اور وہ غیر حکیمانہ اسلوب و انداز سے جس قدر نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ اتنا ہی زیادہ دلدل میں اور نیچے دھنستے چلے جا رہے ہیں۔

نمبر:1 الصلوٰۃ کی اصطلاح کتاب اللہ میں جہاں جہاں آئی ہے وہاں پر اس کے سیاق وسباق کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جانا چاہیئے کہ وہاں پر کون سی صلوٰۃ مراد ہے' یعنی صلوٰۃ مؤقت یا صلوٰۃ جامعہ۔

نمبر:2 جہاں الصلوٰۃ کے ساتھ اوقات کی قید ہوگی وہاں پر اس سے مراد لازمی طور پر صلوٰۃ مؤقت ہی ہوتی ہے۔

نمبر:3 صلوٰۃ مؤقت عبارت ہے کتاب اللہ کی تلاوت سنے اور پھر اس کے تین بنیادی ارکان (قیام' رکوع' اور سجدہ) ہیں۔

نمبر:4 قیام' رکوع اور سجدہ والی صلوٰۃ مؤقت قرآن مجید سے ثابت ہے جس کا انکار قرآن مجید میں تحریف کے مترادف ہے۔

نمبر:5 صلوٰۃ مؤقت سے مابعد یا ماقبل ایک اہم وظیفہ یعنی مشاورت وعدالت کا قیام بھی لازمی ہے۔ عدالت ومشاورت کے قیام کی وجہ سے صلوٰۃ مؤقت کی امامت صغریٰ اور اجتماعیت حاضرہ اس امامت کبریٰ اور اجتماعیت عالیہ کا باعث بنتی ہے جس کے نتیجے میں امت مسلمہ اپنے حامدانہ پروگرام ونظام ربوبیت عالمینی کے قیام کی وجہ سے عالمی سطح پر محمودیت کبریٰ کے مقام پر فائز ہوتی ہے۔

نمبر:6 صلوٰۃ مؤقت کی جن تفصیلات کو کتاب اللہ نے خود متعین کر دیا ہے وہ دوامی

اور غیر متبدل ہیں اور جنکو کتاب اللہ نے خود متعین نہیں کیا انہیں زمان ومکان کی ارتقائی حاجات وضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں اجتہاد کا دروازہ تا ابد کھلا رہے گا۔ لیکن یہ اجتہاد نہ تو انفرادی ہوگا اور نہ ہی **خلافت علیٰ منہاج الرسالت** کے ماسوا کسی دوسرے فرقہ پر اسے چھوڑا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ان غیر متعین جزئیات کے باب میں یہی متشددانہ رویہ ہے جس نے امت مسلمہ کو امامت کبریٰ سے محروم کر کے اغیار کا غلام اور دست نگر بنا کر انہیں مغضوب وضال قوموں والے انجام سے دوچار کر دیا ہے۔

نمبر:7 صلوٰۃ مؤقت اپنی تمام تر اہمیت وافادیت کے باوجود صلوٰۃ جامعہ کا نہ تو بدل ہے اور نہ ہی اس کی پابندی امت مسلمہ کو دوبارہ اس کے حقیقی مقام ومنصب (الاعلون 3.134) پر فائز کر سکتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس صلوٰۃ مؤقت کا اصل فنکشن صلوٰۃ جامعہ (یعنی کل کے کل معاشرے کا اپنے تمام پہلوؤں سمیت حاکمیت کتاب اللہ کے مطابق متشکل ہو جانا) کے لیے ایک تمہید کا فریضہ انجام دینا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر یہ مقصود بالذات بن جائے اور اس حکم کا اپنی حکمت وغایت سے رشتہ منقطع ہو جائے تو ایسی صورت میں اس کی میکانکی انداز میں بجا آوری رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بننے کے بجائے **ویل** (ہلاکت وبربادی) کا باعث بن جاتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

أَرَءَيتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (الماعون 106/1-7)۔

کیا آپ نے کبھی اس شخص کے بارے میں غور کیا ہے جو نفس دین ہی کی تکذیب کرتا ہے۔ پس یہ وہ شخص ہے جو کہ یتیم (بے سہارا افراد) کو دھکے دیتا ہے اور جو مسکین (جس کی معیشت رکی ہوئی ہو) کے خورد ونوش کے لیے اپنے معاشرے کے ارباب بست وکشاد کو آمادہ نہیں کرتا۔ پس ان مصلین (نمازیوں) کے لیے **ویل** (ہلاکت وبربادی) ہے۔ جو کہ اپنی صلوٰۃ کے بارے میں سہو میں مبتلا ہیں۔ جن کی صلوٰۃ شکل وصورت کے حوالے سے صلوٰۃ ہے اور وہ اس کی میکانکی طور

پر بجا آوری کو صلوٰۃ کی ادائیگی کا بدل مانتے ہیں۔ جب کہ ان کی عملی زندگی کی یہ حالت ہے کہ جن وسائل معیشت کو (آگ، پانی اور ہوا کی طرح) سب انسانوں کے لیے کھلا رہنا چاہئے تھا ان پر انہوں نے اپنے اور اپنے اہالی وموالی کے نفع کے لیے بند باندھ کر الناس کو ان کی نفع بخشی سے بالکلیہ محروم کر رکھا ہے۔

نمبر:8 صلوٰۃ مؤقت میں امت مسلمہ کی اجتماعیت اور امامت کا راز پوشیدہ ہے اور صلوٰۃ مؤقت کے لیے اذان اور اس کے کلمات میں دین اسلام کی بنیادی دعوت اس طرح سمودی گئی ہے کہ اس سے بہتر کا تصور ناممکن ہے۔ قرآن حکیم میں سیدنا ابراہیمؑ کے حوالے سے ارشاد ہوا ہے أَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (22.27) آپ لوگوں کے مابین حج کی منادی کریں۔ لیکن یہ منادی کیسے کی جائے، سواری پر سوار ہو کر کی جائے یا پیدل کی جائے؟ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلا رکھا ہے، پس یہ مسئلہ نفاذ وحی کا تھا۔ نفاذ وحی کے لیے جن اسالیب اور طریقوں کی حیثیت زمان ومکان سے مافوق ہوتی ہے اس کا تعین وحی کا کام ہے۔ لیکن جو چیزیں زمان ومکان کے تغیر وارتقاء سے متغیر اور متاثر ہو سکتی ہوں انہیں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے اجتہاد اور مشاورت پر چھوڑ دیتا ہے۔ اہل ایمان کا وہ خلیفہ جسے اہل ایمان اپنے آزادانہ اختیار وارادے کو بروئے کار لاتے ہوئے منتخب کریں اور جو الامت کا من حیث الامۃ کلی طور پر نمائندہ ہو وہ زمان ومکان کے ارتقاء اور تغیر سے وقوع پذیر حوادث کے بارے میں اجتہاد اور مشاورت کے اصول پر عبادات غیر منصوصہ یا مسکوت عنہا کے بارے میں نئے نئے فیصلے کرنے کا کتاب اللہ کے ٹھہرائے ہوئے اصول واقدار کے ماتحت رہتے ہوئے مجاز ہوتا ہے اور اس کے ان فیصلوں کی اطاعت کرنے اور انہیں ظاہری اور باطنی طور پر نافذ کر دینے ہی سے امت اتحاد ووحدت کے الٰہی انعامات اور برکات سے متمتع رہا کرتی ہے۔ لہٰذا آج امت مسلمہ کی اولین ذمہ داری اس امامت کبریٰ یا ولایت عامہ، خلافت علیٰ منہاج رسالت کا قیام ہے اور بس۔ اس فریضہ کے قیام کو ہم کتاب اللہ کی حاکمیت کے نفاذ وقیام سے تعبیر کر رہے ہیں۔ پس صلوٰۃ جیسے عباداتی مسائل ومعاملات پر جھگڑے کھڑے کرنے سے کوئی شخص قرآن کی خدمت سرانجام نہیں دے گا بلکہ حاکمیت کتاب اللہ کے محاذ کو کمزور تر کرنے کا

باعث ہوگا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے انوار میں داخل ہونے سے روکنے کا سبب بنے گا۔

آج قرآن کی حاکمیت کا دعویٰ کرنے والوں کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن فہمی کے قرآنی اصولوں پر اتفاق واتحاد پیدا کریں کیونکہ اگر وہ قرآنی موضوعات ومسائل پر بھانت بھانت کی بولیاں بولیں گے اور اپنے ان اختلافات کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو کافر ومنافق قرار دیں گے تو ان کا انجام اور ''خدمت قرآن'' سب کو معلوم ہو جائیں گے۔

آج دشمنان قرآن، قرآنی فکر سے وابستہ افراد کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا چاہتے ہیں۔ قرآن والوں کی یہ کتنی نادانی ہے کہ وہ آپس میں فروعی وجزئی تفقہ پر ایک دوسرے کے خلاف محاذ بنا کر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے اس منفی سوچ میں گرفتار ہو کر اپنے وقت اور صلاحیتوں کا ضیاع کرتے رہیں۔ دشمنان قرآن کے ساتھ دشمنان اسلام، اسلام اور مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ بلکہ عالم اسلامی کے وسائل کا استحصال کر کے اسے بھوک اور خوف کے عذاب میں ابدی طور پر گرفتار رکھنا چاہتے ہیں۔

﴿★★★★★﴾

قاضی کفایت اللہ کا قرآن پر الزام کہ کئی ایسی عبادات ہیں جن پر قرآن نے نص کرنے کے بجائے سکوت کیا ہے

ادارہ بلاغ القرآن لاہور کے مجلّہ مئی 2007ء کے آخر میں ایک مضمون شائع ہوا ہے ''الصلوٰۃ پر مختصر سی گفتگو'' کے نام سے اور گفتگو کرنے والے کا نام ہے قاضی کفایت اللہ صاحب۔ مضمون میں قاضی صاحب کی گفتگو کی پہلی ڈھائی سطریں ملاحظہ فرمائیں۔

''فریضہ الصلوٰۃ کے سلسلہ میں چند اشارات کفایت قرآن کے ان مدعیوں کے لیے حاضر ہیں جن کے قلوب واذہان شکوک وشبہات کی دلدل میں پھنس چکے ہیں اور وہ غیر حکیمانہ اسلوب وانداز سے جس قدر نکلنے کی کوشش کررہے ہیں وہ اتنا ہی زیادہ اس دلدل میں اور نیچے دھنستے چلے جارہے ہیں (قاضی صاحب کی عبارت ختم)

جناب قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قاضی صاحب کی یہ گفتگو ان لوگوں کے خلاف ہے جو قرآن حکیم کے کافی ہونے کے مدعی ہیں۔ تو ہم یہاں جواباً عرض کررہے ہیں کہ قرآن کے کافی ہونے کا دعویٰ تو سب سے پہلے خود اللہ نے کیا ہے' خود قرآن نے کیا ہے کہ

اَوَلَم یکفھم اِنّا اَنزلنا علیک الکتٰب یُتلیٰ علیھم (29.51) کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں ہے جو وحی متلو والی کتاب آپ پر ہم نے نازل کی ہے۔

جناب قارئین! بلاغ القرآن رسالہ میں قاضی صاحب کے اس مضمون سے پہلے ہم سمجھتے تھے کہ قاضی صاحب قرآن کو کافی سمجھتے ہیں اور وحی متلو کو کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن اس شمارہ کے بعد پتہ چلا ہے کہ یہ صاحب بھی حکیمانہ اسلوب وانداز سے وحی متلو کو کافی سمجھنے سے انکاری ہیں (ثبوت آگے پیش کریں گے) یہاں صرف یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جناب قاضی صاحب! ہم مدعیان کفایت قرآن کے لیے آپ نے جو لکھا ہے وہ غیر حکیمانہ اسلوب وانداز سے جس قدر نکلنے کی کوشش کررہے ہیں وہ اتنا ہی زیادہ اس دلدل میں اور نیچے دھنستے چلے جارہے ہیں۔ جناب قاضی صاحب! اگر بات ہے کفایت قرآن کی جس طرح کہ آپ نے خود لکھا ہے تو جناب عالی!

ہم اس دعویٰ سے تو ہرگز نہیں نکل رہے' بلکہ ہم تو ڈٹے ہوئے ہیں کہ وحی متلو والی کتاب قرآن حکیم نہایت ہی کافی ہے' وافی ہے' کامل ہے' مکمل ہے۔ اللہ کرے کہ ہماری موت بھی قرآن حکیم کے کافی ہونے کے دعویٰ پر ہی ہو۔ ہم تو آپ کی طرح اس دعویٰ سے حکیمانہ طریقے سے یا غیر حکیمانہ طریقے سے نکلنے کے دونوں طریقوں کو قرآن سے بغاوت تصور کرتے ہیں۔ آپ ہم پر یہ الزام کیوں تھوپ رہے ہیں کہ ہم اپنے دعویٰ سے نکلنے کی کوشش کررہے ہیں۔ جناب قاضی صاحب! اگر آپ قرآن کے کافی ہونے کے نظریہ سے حکیمانہ طور پر نکل ہی چکے ہیں تو مہربانی کرکے ہمیں تو غیر حکیمانہ طور پر نکلنے کا طعنہ دے کر اپنے ساتھ شامل نہ کریں۔

قاضی صاحب کے ''گفتگو'' نامی مضمون کی اگلی عبارت

نمبر:1۔ الصلوٰۃ کی اصطلاح کتاب اللہ میں جہاں جہاں آئی ہے وہاں پر سیاق وسباق کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جانا چاہیئے کہ وہاں کون سی صلوٰۃ مراد ہے' یعنی صلوٰۃ مؤقت یا صلوٰۃ جامعہ۔

نمبر:2۔ جہاں الصلوٰۃ کے ساتھ اوقات کی قید ہوگی وہاں اس سے مراد لازمی طور پر صلوٰۃ مؤقت ہی ہوتی ہے۔

نمبر:3۔ صلوٰۃ مؤقت عبارت ہے کتاب اللہ کی تلاوت سے اور پھر اس کے تین بنیادی ارکان (قیام' رکوع اور سجدہ) ہیں۔

نمبر:4۔ قیام' رکوع اور سجدہ والی صلوٰۃ مؤقت قرآن مجید سے ثابت ہے جس کا انکار قرآن مجید میں تحریف کے مترادف ہے۔

نمبر:5۔ صلوٰۃ مؤقت سے مابعد یا ماقبل ایک اہم وظیفہ یعنی مشاورت وعدالت کا قیام بھی لازمی ہے۔ (یہاں تک قاضی صاحب کی عبارت کو ختم کرتے ہیں)

جناب قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قاضی صاحب نے صلوٰۃ کی دو عدد قسمیں بنائی ہیں۔ ایک صلوٰۃ مؤقت دوسری صلوٰۃ جامعہ۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ کی اصطلاح کتاب اللہ میں جہاں جہاں آئی ہے وہاں پر سیاق وسباق کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جانا چاہیئے کہ وہاں پر کون سی صلوٰۃ مراد ہے؟ یعنی صلوٰۃ مؤقت یا صلوٰۃ جامعہ۔

جناب قاضی کفایت اللہ صاحب! ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل میں سورۃ جمعہ کی آیت نمبر 9 کھولی ہے اور سیاق وسباق میں ہے کہ **اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعہ فاسعو الیٰ ذکر اللہ** یعنی یہاں سیاق وسباق نے تو سمجھا دیا کہ یہ والی صلوٰۃ جامعہ بھی ہے اور یوم الجمعہ کے جملے میں جامعہ کے ساتھ یوم بھی ہے تو یہ مؤقت بھی ہوگئی۔ یعنی ایک صلوٰۃ جامعہ ہونے کے ساتھ ساتھ مؤقت بھی ہے۔ آپ نے کس طرح صلوٰۃ کو دو قسموں میں بانٹا کہ صلوٰۃ مؤقت جدا قسم ہے اور صلوٰۃ جامعہ جدا قسم ہے۔

جناب قاضی کفایت اللہ صاحب سورۃ النساء کی آیت نمبر 102 پڑھنے کی زحمت فرمائیں وہ بھی سیاق وسباق کی روشنی میں کہ رسول اللہ سلام علیہ کو حکم ہے کہ جب جنگ کے دنوں میں لشکر کے ساتھ سفر کے موقعہ پر آپ اجتماع صلوٰۃ قائم کرنا چاہیں۔ الفاظ قرآن یہ ہیں کہ **واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ** جناب قاضی صاحب یہاں لفظ اذا کی وجہ سے صلوٰۃ مؤقت بھی ہوگئی اور کمانڈر لشکر کے لیے اجتماع صلوٰۃ قائم کرنے سے یہ صلوٰۃ جامعہ بھی ہوگئی۔ اب فرمائیں کہ آپ نے جو صلوٰۃ مؤقت کو جدا قسم قرار دیا ہے اور صلوٰۃ جامعہ کو جدا قسم قرار دیا ہے' آپ کی یہ گفتگو جو شائع کی گئی ہے اس سے آپ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ گفتگو سننے والوں نے لاجواب ہو کر گویا کہ آپ کے دلائل کو صحیح تسلیم کر لیا ہے۔ اب آپ رسالہ بلاغ القرآن پڑھنے والوں کو بھی حکیمانہ طریقہ پر قرآن کے کافی ہونے کے نظریہ سے دستبردار کرنے کی سعی نامشکور فرما رہے ہیں۔

جناب قاضی کفایت اللہ صاحب آپ نے تیسرے نمبر پر لکھا ہے کہ صلوٰۃ مؤقت عبارت ہے کتاب اللہ کی تلاوت سے۔ قاضی صاحب! پورے قرآن میں ایک جگہ بھی ثابت کر کے دکھائیں کہ وہاں آپ کی گفتگو کی تائید میں کسی ایک بھی جگہ آیا ہو کہ آپ کی دونوں قسم والی صلوٰۃ کے کسی ایک بھی قسم کے اندر کتاب اللہ کی تلاوت کرنی ہے اور جب یقین کے ساتھ آپ ایسی قرآنی دلیل نہیں لاسکیں گے تو آپ کھل کر دوسرے مولوی لوگوں کی طرح یہ بات کیوں نہیں کرتے کہ نماز کے اس طرح کے تفاصیل سے قرآن خالی ہے جو انہوں نے اہل فارس کے ایجاد کردہ علم روایات سے قرآنی صلوٰۃ میں آلٹریشن کی ہیں۔ جناب قاضی کفایت اللہ صاحب آپ نے اسی تیسرے نمبر کے اندر یہ بھی لکھا ہے کہ: اور پھر اس کے تین بنیادی ارکان (قیام' رکوع اور سجدہ) ہیں۔ رسالہ بلاغ القرآن میں اس شمارہ سے ایک دو شمارہ پہلے کے پرچہ میں یہ بات مجلس مشاورت بلاغ القرآن کے ممبر جناب علامہ اللہ دتہ صاحب نے بھی تفصیل صلوٰۃ کے اندر رکوع' سجدہ والی صلوٰۃ کے ثبوت کا ذکر فرمایا ہے۔ سو اب میں قاضی کفایت اللہ صاحب اور علامہ اللہ دتہ صاحب ممبر مجلس مشاورت دونوں کی خدمت میں باادب عرض کرتا ہوں کہ قرآن حکیم میں انداز صلوٰۃ کا ذکر 99 ([illegible]) دفعہ تکرار سے لایا گیا ہے۔ اتنی تعداد میں کسی ایک جگہ بھی صلوٰۃ کے ساتھ سجدہ کا ذکر نہیں ہوا ہے تو آپ صاحبان قرآنی صلوٰۃ میں مجوسیوں کی نماز والا پوجا کے مثل سجدہ کس طرح اور کس دلیل کے ساتھ ثابت کر رہے ہیں اور شامل کر رہے ہیں؟ سو جناب عالی! قرآنی صلوٰۃ تو مروجہ سجدہ سے خالی ہے' مجوسیوں سے مستعار لی ہوئی نماز پر آپ کے ساتھ ہماری بحث نہیں ہے۔

پھر آگے چوتھے نمبر پر قاضی صاحب رقمطراز ہیں کہ قیام' رکوع اور سجدہ والی صلوٰۃ مؤقت قرآن مجید سے ثابت ہے جس کا انکار قرآن مجید میں تحریف کے مترادف ہے۔ قاضی صاحب ہم نے تو عرض کر دیا کہ سارے قرآن میں صلوٰۃ کے اندر مروجہ سجدہ کا ذکر نہیں ہے۔ اس بات کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ جب کوئی ایسی آیت بطور حوالہ آپ لائیں گے تو آپ کا دعویٰ قبول کیا جائے گا۔ بغیر قرآنی حوالے کے آپ کی بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس لیے ہمارا آپ کی 'گفتگو' پر الزام ہے کہ آپ قرآن پر مروجہ سجدہ والی صلوٰۃ کی بات کر کے قرآن میں ترمیم کر رہے ہیں۔ جس کا قرآن میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔

آگے جناب قاضی کفایت اللہ صاحب پانچویں نمبر پر لکھتے ہیں کہ صلوٰۃ مؤقت سے ما بعد یا ماقبل ایک اہم وظیفہ یعنی مشاورت وعدالت کا قیام بھی لازمی ہے۔ عدالت ومشاورت کے قیام کی وجہ سے صلوٰۃ مؤقت کی امامت صغریٰ اور اجتماعیت حاضرہ اس امامت کبریٰ اور اجتماعیت عالیہ کا باعث بنتی ہے (یہاں تک قاضی صاحب کی بات ختم کر کے تبصرہ کرتے ہیں)

لگتا ہے کہ قاضی کفایت اللہ صاحب نے لال مسجد اسلام آباد والوں کی امامت صغریٰ

سے جامعہ حفصہ کی عدالت اور اجتماعیت حاضرہ سے متاثر ہو کر اس روٹ سے اجتماعیت عالمیہ اور امامت کبریٰ تک پہنچنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس لیے جناب قاضی کفایت اللہ صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ اس طرح کی دلیلوں سے موجودہ مروج نماز اور مساجد کے پیش اماموں کی حمایت حاصل کرنے کے اس غیر عالمانہ شعبدہ سے آپ کا موقف مضبوط نہیں ہوگا اور تسلیم نہیں کیا جائے گا اگر صغریٰ کبریٰ قسم کی امامت اور اجتماعیت عالمیہ کی ڈائیلاگ بازی کا سہارا لینا ہے تو پہلے پورے قرآن میں جس مجوسی نماز کو آپ نے قرآنی اصطلاح صلوٰۃ کے غلاف میں امت کے سر پر مارا ہے تو اس امامت کا ذکر لفظ امام جو عربی بھی ہے پورے قرآن میں صرف ایک جگہ پر ہی دکھایا جائے کہ صلوٰۃ امتی لوگ کسی بھی امام کے پیچھے مل کر پڑھیں۔ میں دعویٰ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ اور علامہ اللہ دتہ صاحب مل کر بھی قرآن حکیم سے یہ الفاظ ثابت نہیں کر سکتے کہ اے ایمان والو! تم جماعت بنا کر کسی ایک امام کے پیچھے مل کر صلوٰۃ پڑھو۔

قاضی صاحب! جب پورے قرآن میں امام کے پیچھے صلوٰۃ پڑھنے کا حکم ثابت نہیں ہے تو بتائیں کہ کہیں تحریف قرآن وہ لوگ تو نہیں کر رہے جو صلوٰۃ مؤقت کی امامت صغریٰ کی اصطلاحیں گھڑ کر جعلی 'گفتگو' کے نام سے رسالہ بلاغ القرآن میں مضامین چھپوا رہے ہیں۔ سو آپ والی امامت صغریٰ نے امت مسلمہ کو حامدانہ پروگرام کے اس اسٹیج پر پہنچایا ہے کہ آج آپ کی والی مروجہ رکوع سجدہ والی صلوٰۃ پولیس کے گن مینوں کے سایہ کے سوا پڑھنی مشکل ہوگئی ہے اور آپ کی اصطلاح امامت صغریٰ جو قرآن میں کہیں بھی مذکور نہیں ہے اس کے حامدانہ نتائج اتنے ظاہر ہو چکے ہیں کہ آپ جیسی علمی شخصیت کو بلاغ القرآن رسالہ کے کسی دور میں ایڈیٹر رہنے کی وجہ سے لاہور تو کیا دنیا بھر کی مسجدوں والے امت مسلمہ کے لوگ نئے سرے سے رائے ونڈ والوں کے چھ کلمے پڑھانے کے سوا مسجد کی امامت صغریٰ دینے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اور تو اور خود حکومت پاکستان نے مساجد کی انتظامی کمیٹیوں کو رجسٹر کرنے کے لیے جو پروفارمے تیار کیے ہیں خود ان کے اندر یہ سوال لکھا ہوا ہے کہ کمیٹی والے یا نمازی لوگ (جن کو قاضی صاحب نے قرآنی صلوٰۃ کا مصلی ہونے کا شرف بخشا ہے) کس فرقہ یا کس امامی فقہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

قاضی صاحب نے اس 'گفتگو' نامی مضمون کے چھٹے نمبر میں لکھا ہے کہ صلوٰۃ مؤقت کی جن تفصیلات کو کتاب اللہ نے خود متعین کر دیا ہے وہ دوامی اور غیر متبدل ہیں۔

پھر آگے ساتویں نمبر میں لکھتے ہیں کہ صلوٰۃ مؤقت اپنی تمام تر اہمیت وافادیت کے باوجود صلوٰۃ جامعہ کا نہ تو بدل ہے اور نہ ہی اس کی پابندی امت مسلمہ کو دوبارہ اس حقیقی مقام و منصب (الاعلون 3.134) پر فائز کر سکتی ہے۔ **معاذ اللہ' ثم معاذ اللہ۔**

جناب قارئین! دیکھا آپ نے کہ جناب قاضی صاحب نے قرآنی ہدایت کے تحت مؤقت صلوٰۃ کی کتنی ہتک اور توہین کر دی۔ قاضی صاحب بخوبی جانتے ہیں کہ صلوٰۃ بندوں کے لیے ہے' بندوں کا عمل ہے۔ اس کی تقسیم قاضی صاحب نے غلط فرمائی کہ ایک قسم مؤقت ہے اور ایک جامعہ ہے۔ قاضی صاحب! ہر صلوٰۃ مؤقت ہے بلکہ صلوٰۃ جامعہ بھی ہے' مؤقت بھی ہے۔ جس کا ذکر میں نے اوپر 29.45 کے حوالے سے عرض کر دیا ہے۔ قاضی صاحب نے جس صلوٰۃ مؤقت کو' امت کو الاعلون کے مقام پر فائز کرنے سے اور اس کے حقیقی مقام و منصب پر فائز کرنے سے قاصر قرار دیا ہے وہ غیر قرآنی نماز ہی تو ہے جسے اب قاضی صاحب نے بھی قرآنی صلوٰۃ کے غلاف میں لپیٹ کر پیش کرنے اور ثابت کرنے کا کسی نادیدہ و نامعلوم طاقت سے ٹھیکہ لیا ہے جسے نبھانے کے لیے 'گفتگو' نامی یہ مضمون بھی ان کی ایک ادنیٰ کوشش ہے۔ میں نے قاضی صاحب پر یہ الزام اس لیے لگایا کہ مجھے شہر لاہور میں کچھ ایسے دوست ملے جو صلوٰۃ کے معنی اہل فارس کی عطا کردہ مروج نماز کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ان سے میں نے جب پوچھا کہ یہ بات آپ کو کس نے سمجھائی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے استاد محترم قاضی کفایت اللہ صاحب نے۔ لیکن اب وہ اپنی بات سے رجوع فرما گئے ہیں' جس کا مزید ثبوت قاضی صاحب کے اس 'گفتگو' نامی مضمون کے اندر بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ** سورۃ ماعون کی آیت کا ترجمہ نمازی کیا ہے۔

قاضی صاحب نے اس ساتویں نمبر میں صلوٰۃ مؤقت کو صلوٰۃ جامعہ کے لیے تمہید قرار دیا ہے۔ جب کہ خود صلوٰۃ جامعہ بھی مؤقت ہے اور وہ غیر مؤقت نہیں ہو سکتی۔ جناب قارئین! کوئی بھی بڑی سے بڑی علمی شخصیت اگر قرآن والی حق کی راہ سے بھٹک جائے تو وہ وائبریشن اور بلنگ

(Vibration & Bubbling) کے جھٹکوں میں حواس باختہ ہوکر اپنی باتیں بھی بھلا بیٹھتی ہے۔ جیسا کہ قاضی صاحب نے اپنے مضمون کے ساتویں نمبر حصہ میں فرمایا ہے کہ صلوٰۃ مؤقت نہ تو صلوٰۃ جامعہ کا بدل ہے اور نہ ہی اس کی پابندی امت مسلمہ کو دوبارہ اس کے حقیقی منصب و مرتبہ (الاعلون) پر فائز کرسکتی ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب مضمون کے آٹھویں حصہ میں لکھتے ہیں کہ صلوٰۃ مؤقت میں امت مسلمہ کی اجتماعیت اور امامت کا راز پوشیدہ ہے۔ اب قاضی صاحب خود یا اس کا کوئی وکیل ہی سمجھائے کہ جو صلوٰۃ امت کو الاعلون کے مرتبہ پر فائز کرنے سے قاصر ہے اس کے اندر اجتماعیت اور امامت کے کون سے راز پوشیدہ ہوں گے؟ میں دعویٰ سے عرض کرتا ہوں کہ اس دور کی مروج نماز جسے قاضی صاحب ضد کے ساتھ صلوٰۃ سے تعبیر فرما رہے ہیں اسی صلوٰۃ بمعنی نماز نے امت کی اجتماعیت کو توڑا ہے' اسی نے امت کو اماموں میں بانٹا ہے اور فرقوں میں بانٹا ہے یا اس طرح کہیں کہ ہر فرقہ کی امتیازی شناخت اس کی غیر قرآنی نماز ہے جسے صلوٰۃ قرار دینے کا ٹھیکہ اب قاضی صاحب نے اٹھایا ہے۔

پھر مضمون کے آٹھویں اور آخری نمبر میں قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ صلوٰۃ مؤقت کے لیے اذان اور اس کے کلمات میں دین اسلام کی بنیادی دعوت اس طرح سمودی گئی ہے کہ اس سے بہتر کا تصور ممکن نہیں ہے۔ عجیب بات ہے کہ قرآن حکیم نے صلوٰۃ کے لیے تو **نـــدا** کا لفظ اور اجتماع صلوٰۃ میں بلانے اور شریک ہونے کے لیے استعمال فرمایا ہے لیکن اس کی مثال جناب قاضی صاحب نے قرآن سے جناب ابراہیمؑ کا حج کے لیے **اَذّن فی النّاس بالحج**" (22.27) کی دی ہے۔ کہاں صلوٰۃ' کہاں حج! اسے کہتے ہیں کہ کانٹا چبھے پاؤں میں تو کھودے گوڈے کو۔ شاید قاضی صاحب اہل فارس کی آتش پرستی والی نماز کو اسلامائز کرنے کے ٹھیکہ کو اس کے لیے خوابوں کے حوالوں سے گھڑی گئی حدیثوں والی اذان کو بھی قرآن سے ثابت کرنے کا ٹھیکہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اذن اذان یہ قانون' پرمٹ' اجازت اور ڈکلریشن کے معنوں میں حکومتی ضروریات کی اصطلاحیں ہیں اور صلوٰۃ بھی حکومت کے کاروبار سے تعلق رکھنے والی چیز ہے۔

لیکن صلوٰۃ چونکہ فرض مؤقت ہے اس لیے اس کے لیے بغیر بلاوے کی بغیر اذان موذن کے آنا ہوگا کیونکہ جس ڈیوٹی کا وقت سرکاری طور پر مقرر کیا ہوا ہو تو اس کے لیے اذان اور ندا کیوں؟ سوائے **اِذَا نُودِیَ لِلصَّلوٰۃِ مِن یَّومِ الجُمعَه** کے۔ اس لیے کہ یہ اجتماع حاکم وقت کی استصواب رائے سے ہے اور اس کے وقت کے تعین کے لیے جو پبلک میٹنگ اور کھلی کچہری رکھی جائے گی وہ اس حاکم کے ٹائم دینے سے تعلق رکھتی ہے۔ سو ندا **لِلصَّلوٰۃِ مِن یَّومِ الجُمعَه** کا اذن حج پر قیاس کرنا جس سے ندا اور اذن کو ایک معنی میں لینا یہ کسی سرکاری نوٹیفکیشن کو سرکاری ایڈورٹائزمنٹ کے معنی میں مدغم کرنے کے معنی میں آئے گا جو کہ ایک صریح غلطی ہے۔ اس لیے جناب قاضی صاحب کی خدمت میں باادب عرض ہے کہ جو صلوٰۃ مؤقت ہے اس کے اوقات آفیشلی سرکاری طور پر معین اور معلوم ہیں۔ ان کے لیے اگر مصلی لوگ مطالبہ کریں کہ ان کو بلانے کے لیے ایک نوکر رکھا جائے تو ایسے مصلی لوگوں کی چمڑی ادھیڑ دینی چاہئے جو **ھم عن صلاتھم ساھون** O یعنی صلوٰۃ کی طرف جانے کے لیے بھی مؤذن نامی نوکر مانگتے ہیں۔ افسوس ہے کہ صلوٰۃ مؤقت کی توقیت کا مفہوم بھی قاضی صاحب سمجھ نہیں پائے' باوجود اس کے کہ گھر میں اس کا بھائی ایک سرکاری محکمہ میں ملازم ہے جو بے چارہ روزانہ وقت مقررہ پر بغیر کسی اذان کے علی الصبح ڈیوٹی دینے چلا جاتا ہے' لیکن ایک نمازی ہے جو پوجا کے لیے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کے لیے نوکر رکھا جائے جو اسے پوجا کرنے کے لیے اوقات مقررہ پر بلایا کرے۔

جناب قاضی صاحب اس آٹھویں نمبر گفتہ میں فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ مؤقت کے لیے اذان اور اس کے کلمات میں دین اسلام کی بنیادی دعوت اس طرح سمودی گئی ہے کہ اس سے بہتر کا تصور ناممکن ہے۔ عجب بات ہے کہ اذان کے پہلے جملہ **اللہ اکبر** میں جو شرکیہ مفہوم سمایا ہوا ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ نے بھی اس شرکیہ جملہ کو پورے قرآن حکیم میں کسی ایک بھی سورۃ میں کہیں نہیں لایا اس لیے کہ اس کے معنی سے چھوٹے خداؤں کا ثبوت مل جاتا ہے۔ تو خبر نہیں کہ قاضی صاحب جیسے اتنے بڑے عالم فاضل نے اذان کے اندر اس غیر قرآنی اور شرکیہ جملہ کو کیونکر سراہا ہے۔

علامہ قاضی کفایت اللہ صاحب پھر اپنے آٹھویں گفتہ میں فرماتے ہیں کہ **اَذِّن فِی النَّاسِ بِالحَجّ** آپ لوگوں کے مابین منادی کریں' لیکن یہ منادی کیسے کی جائے' سواری پر سوار ہوکر' کی جائے یا پیدل کی جائے' کس زبان میں کی جائے۔ جناب قارئین آج الیکٹرانک میڈیا کے دور میں سیٹلائٹ کیمروں کے دور میں دنیا کی ہر زبان میں ٹی وی چینلوں کے آ جانے کے دور میں قاضی صاحب کو تشویش ہے کہ حج کے لیے اذن فی الناس پر عمل پیدل ہوگا یا اونٹنی' خچر یا گھوڑے پر ہوگا۔ **یا للعجب**۔

جناب قاضی صاحب کو اس آیت کے مخاطب **امام للناس** جناب ابراہیمؑ کے مرتبت کا بھی اندازہ نہیں ہے کہ وہ تو حج کے لیے صرف اذن دے گا' ڈکلریشن دے گا' پرمیشن دے گا' پھر آگے کی لوازمات تو دوسرے عملہ کے ذمہ ہوں گے' ابراہیمؑ کی نگرانی میں۔

پھر جناب قاضی صاحب جب ختم نبوت کے بعد کے خلیفہ کے دور کا ذکر فرماتے ہیں کہ وہ زمان و مکان کے ارتقاء اور تغیر سے وقوع پذیر حوادث کے بارے میں اجتہاد اور مشاورت کے اصول پر عبادات غیر منصوصہ یا مسکوت عنہا کے بارے میں نئے نئے فیصلے کرنے کا کتاب اللہ کے ٹھہرائے ہوئے اصول و اقدار کے تحت رہتے ہوئے مجاز ہوتا ہے۔ کاش کہ قاضی صاحب یہاں ان عبادات غیر منصوصہ یا مسکوت عنہا کی کچھ مثالیں لکھتے تو قارئین کا علم بڑھتا کہ وہ کون سی عبادات ہیں جن پر قرآن نے نص نہیں فرمائی اور ان عبادات کو کرنا تو ہے لیکن قرآن نے ان پر سکوت فرمایا ہوا ہے۔ اور آگے قاضی صاحب نے ان خلفاء کے فیصلوں کی اطاعت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہیں ظاہری اور باطنی طور پر نافذ کر دینا ہے۔ تو قاضی صاحب اس باطنیت کی بھی کچھ تشریح فرماتے تو بہت اچھا ہوتا تاکہ کفایت قرآن کے مسئلہ میں بھی قاضی صاحب کی باطنی سوچ معلوم ہو جاتی۔ نہ صرف اتنا بلکہ قاضی صاحب نے تو اپنے گفتہ نمبر ۵ میں تو عبادات غیر منصوصہ یا مسکوت عنہا کا اشارہ دے کر کھلم کھلا قرآن کو ناکافی اور ناقص بتا دیا ہے۔ ایسی عبادات سے جن پر نص نہیں کیا گیا اور ان عبادات کے ذکر سے قرآن نے' اللہ نے سکوت فرما دیا ہے جب کہ قرآن حکیم کی آیت مبارکہ سے عیاں ہے:

یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَسئَلُوا عَن اَشیاءَ تَبدَلَکُم تَسؤُکُم وَ اِن تَسئَلُوا عَنهَا یُنَزِّلُ القُرآنَ تَبدَلَکُم عَفَا اللّٰه عَنهَا وَاللّٰه غَفُورُ حَلِیم (5.101)

یعنی ایمان والو! مت سوال کرو اشیاء کے بارے میں اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں گی تو تمہیں ناگوار گذریں گی اور اگر تم سوال کرتے ان کے بارے میں اس وقت جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو تمہیں ظاہر کر دی جاتیں' اللہ نے ان سے درگذر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والے بردبار ہیں۔

محترم قارئین! اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جن مسائل و معاملات کو ضروری سمجھا اس کا بیان قرآن حکیم میں کھول کھول کر بیان فرما دیا اور جو غیر ضروری مسائل و معاملات تھے ان کے بارے میں سوال کرنے سے ہی منع فرما دیا چہ جائیکہ قاضی صاحب عبادات غیر منصوصہ یا مسکوت عنہا کے موجود ہونے کے بارے میں انکشافات فرما رہے ہیں جس سے قرآن کے اندر باطنی علوم مضمر ہونے کا قاضی صاحب عندیہ دے رہے ہیں' افسوس کہ ہمارے قاضی صاحب/ مولوی صاحبان نے اس آخری امت پر بے مقصد اعمال اور بے معنی حرکات کا بوجھ ڈال دیا ہے۔

میرے خیال میں محترم قارئین حضرات کو قاضی صاحب کے اس گفتہ سے سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ انہوں نے مضمون کے شروع میں لکھا ہے کہ فریضہ الصلوٰۃ کے سلسلے میں چند اشارات کفایت قرآن کے ان مدعیوں کے لیے حاضر ہیں۔ کہ جناب قاضی صاحب بنفس نفیس خود قرآن کو کافی قرار نہیں دیتے اور قاضی صاحب کے علم میں کئی ایسی عبادات ہیں جن پر قرآن نے نص نہیں لائی اور اللہ عز و جل نے قاضی صاحب کے دماغ میں مضمر عبادات سے سکوت فرما دیا ہے۔ قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ وہ فرائض جن پر قرآن نے نص نہیں لگائی اور وہ مسائل جن سے قرآن نے سکوت کیا ہے۔ اس بات سے قاضی صاحب قرآن پر وہ الزامات لگا رہے ہیں جو امام لوگوں نے قرآن پر الزام لگا کر اپنی طرف سے جعلی فرائض اور مسائل بنام فقہ اور استنباط و اجتہاد ایجاد کیے ہیں۔

عزیز اللہ بوہیو

اطلاعاً عرض ہے کہ

اگر صلوٰۃ کی معنی رائج الوقت نماز ہے تو:

1- پورے قرآن میں صلوٰۃ کے اندر سجدہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

2- پورے قرآن میں صلوٰۃ کے اندر تلاوت آیات کتاب اللہ کا حکم نہیں ہے۔

3- پورے قرآن میں صلوٰۃ کی ادائیگی کے لیے محل و مقام کے طور پر مسجد کا ذکر نہیں ہے۔

4- پورے قرآن میں صلوٰۃ کے لیے 'پڑھنے' کے لفظ سے حکم کہیں بھی نہیں دیا گیا ہے۔

5- پورے قرآن میں لفظ اقامۃ اپنے مختلف صیغوں میں ڈھائی سو بار سے زیادہ استعمال ہوا ہے، لیکن کہیں ایک بھی موقعے پر پڑھنے کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا۔

6- پڑھنے کا حکم اقرأ اپنے مختلف صیغوں میں سترہ بار قرآن کے اندر استعمال ہوا ہے۔ کسی ایک مقام پر بھی اسے صلوٰۃ کے ساتھ استعمال نہیں کیا گیا۔

7- پورے قرآن میں صلوٰۃ کی ادائیگی میں مروج نماز والی جماعت اور صفیں باندھنے کا حکم کہیں بھی نہیں ہے۔

8- پورے قرآن میں صلوٰۃ کے لیے رائج الوقت اذان کا کوئی حکم اور تفصیل نہیں ہے۔

9- پورے قرآن میں صلوٰۃ کی ادائیگی کے لیے کسی بھی امام کے پیچھے اسے پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

10- موجودہ وقت کی رائج نماز میں جو درود بر آل محمد پڑھا جاتا ہے۔ جب کہ آیت (۴۰-۳۳) کے مطابق محمد الرسول اللہ سلام علیہ کو آل نہیں دی گئی۔ اس لحاظ سے یہ درود بھی خلاف قرآن ہوا۔

قرآن کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنی جملہ باتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تو کیا نماز اس زمرہ میں نہیں آتی؟